مولانا مودودی کی سیاسی شخصیت

حمید نظامی کی نظر میں

پیکر اثر مطبوعات

انجمن فروغ ادب اردو (پاکستان)

فرمُوداتِ نظامی

"ہم مولانا مودودی کو مذہبی سے زیادہ ایک سیاسی شخصیت سمجھتے ہیں اور ہماری رائے ہے، ان کے مقاصد دینی نہیں سیاسی ہیں۔ وہ مذہب کا نام اپنی سیاست میں کامیابی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔"

(اخبار نوائے وقت لاہور و لائلپور ۱۳ جون ۱۹۵۵ء صفحہ ۳)

حرفِ آغاز

اخبار "نوائے وقت" کے بانی اور مدیر شہیر مسٹر حمید نظامی تحریکِ پاکستان کے ہیرو۔ محاذِ جمہوریت کے نڈر اور بے باک قائد اور ملک و ملت کے مخلص بہی خواہ تھے۔ مرحوم کسی فرد، جماعت اور طبقہ کے نمائندے نہیں پوری قوم کے ترجمان اور تصورِ پاکستان اور اس کی عزت و آبرو کے بہادر محافظ تھے۔ وہ قوم کی ہر مشکل اور ہر تکلیف پر نگاہ رکھتے اور اُس کا علاج سوچتے رہتے تھے۔ اُن کی مثال اُس آنکھ کی تھی۔ جو جسم کے ہر عضو کی تکلیف پر بھیگ جاتی ہے۔ ملتِ پاکستان اگر ایک جسم تھی، تو حمید نظامی اس کی آنکھ تھے اور بقولِ اقبالؔ ع

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ

حمید نظامی کی آنکھ نے مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب اور اُن کی تحریک کو کیا دیکھا کیا پایا؟

اس اہم بحث کی تفصیل "نوائے وقت" کے اُن چار معرکۃ الآرا اداریوں سے بآسانی مل سکتی ہے جو مرحوم کے قلم سے ۱۹۵۵ء کے وسط میں شائع ہوئے

اور جو ملک و قوم کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ یہ بلند پایہ اداریے پوری قوم کا بہترین علمی و ادبی سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ حمید نظامی کی فکری کاوشوں اور سیاسی بصیرت کی ناقابل فراموش یادگار ہیں۔ اور اسی لیے جبکہ اس موقعہ پر جبکہ تحریکِ پاکستان کے اس اولین صحافی اور ملک و ملت کے بے باک اور حق گو مجاہد کی ملک بھر میں چھٹی برسی منائی جا رہی ہے ہم ان کو ایک مختصر کتابچہ کی صورت میں شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

ناشر

احمد حسن بٹ

نواب بازار کلاتھ مارکیٹ

لاہور

ؔ ۔ مرحوم کا انتقال ۲۵ فروری ۱۹۶۲ء کو ہوا۔

پہلا اداریہ

جناب مودودی صاحب نے ۱۹۵۳ء کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک بیان دیا تھا کہ:۔

"اس کاروائی سے دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہو گئیں ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لیے جوئے کے داؤ پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرارداد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر ساز باز کی ہے اور ایک دوسرا ریزولیوشن بطور خود لکھ لائے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیّت اور طریقوں سے کیا جائے اس میں کبھی خیر نہیں ہو سکتی اور اپنی اغراض کیلئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مُہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے:.....الخ۔"

(روزنامہ تسنیم، لاہور ۲ر جولائی ۱۹۵۵ء)

امیر جماعت اسلامی کے اس بیان پر جناب حمید نظامی نے حسب ذیل اداریہ لکھا تھا:۔

نقاب اُٹھ جانے کے بعد

"مولانا مودودی صاحب سے بھی بجا طور پر دو سوال کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ کیا یہ راز آپ پر آج فاش ہوئے ہیں؟ اگر آپ پر یہ خود غرضی شروع سے ہی روشن تھی جو جب "مسلمانوں کے سروں کو" آپ کے قول کے مطابق "شطرنج کے مہروں کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا اسوقت آپ نے قوم کو کیوں خبردار نہ کیا کہ اس سے دھوکہ کیا جا رہا ہے؟ ۵ مارچ کو گورنمنٹ ہاؤس کے اُس جلسہ میں جو امن کی اپیل کیلئے بلایا گیا تھا آپ کا رویہ آپکے اس بیان کے بالکل برعکس تھا اور مسلمانوں کے سروں کو بچانے کے لیے امن کی اپیل پر دستخط کرنے سے آپنے صاف انکار کر دیا تھا امن کیلئے اس اجلاس کی ناکامی کی ذمہ داری اگر کسی فرد واحد پر عاید کی جا سکتی ہے تو وہ آپ ہیں آخر اسوقت گورنر پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب اور لاہور کے ذمہ دار اکابر عمائد کے جلسہ میں آپ نے اس راز کو کیوں فاش نہ کیا کہ سوال تحفظِ ختم نبوت کا نہیں بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور خود غرض لوگ اپنی ذاتی اغراض کیلئے خدا اور رسول کے نام سے کھیل رہے اور مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کے طور پر استعمال کر رہے ہیں؟ آج ۲۷/۲۸ ماہ بعد اس انکشاف سے تو ایک آدمی اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ آپکے سامنے بھی سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں "نام اور سہرے" کا تھا اور آپ اپنی اغراض کیلئے خدا اور رسول کے نام سے کھیل رہے تھے اور آپ نے بھی مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لیے جوئے کے داؤں پر لگا دیا۔

ب۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ جو پوری ملتِ اسلامیہ کی انقلابی قیادت کے

دعویدار اور امارت کے مدعی ہیں۔ کیا آپ ایسے ہی ڈھلمل یقین آدمی ہیں کہ خود اپنے قول کے مطابق آپ یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ "..... میں نے فوراً یہ رائے قائم کی کہ مجھے اُٹھ کر ابھی کنونیشن سے علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے ..... "لیکن چند ہی منٹ بعد خود آپ کے اپنے بیان کے مطابق" اس کے بعد دوسرا خیال میرے ذہن میں آیا ..." اور آپ نے اپنی رائے بدل دی اور آپ کنونیشن سے چمٹے رہے، اور اب پورے سوا دو سال بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ آپ کو مسلمانوں کو اس خطرہ سے خبردار کر دینا چاہیئے۔ خود ہی فرمایئے کہ ایسے ڈھلمل یقین اور مذبذب کیریکٹر کے لیڈر کے متعلق اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ وہ آئندہ کسی ایسے ہی کرائسس کے وقت قوم کی کشتی کو عین منجدھار میں نہ چھوڑ جائے گا؟"

(اخبار "نوائے وقت" لاہور و لائل پور)

۶ر جولائی ۱۹۵۵ء ص ۳-۴

دوسرا اداریہ

متکبر صالح

جماعت اسلامی اور جمعیت العلمائے پاکستان مجلس احرار جمعیت ، اہلحدیث اور مجلس تحفظ ختم نبوت (بالخصوص مولانا احمد علی صاحب ۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب اور مولانا مرتضیٰ احمد میکش صاحب) کے مابین جو جھگڑا جاری ہے بہت سے اخبارات نے اس پر افسوس کا اظہار کیا اور فریقین سے یہ اپیل کی کہ اس ناگوار جھگڑے کو ختم کریں ۔ یہ اپیل غیر مؤثر ثابت ہوئی اور اب نوبت مقدمہ بازی تک جا پہنچی ہے ۔

"صالحین" کے ترجمان اخبارات نے اس سلسلہ میں عجیب وغریب کردار کا مظاہرہ کیا ہے اور نہ صرف مولانا احمد علی وغیرہ بزرگوں کو "کفن چور" اور "چور" کے خطابات سے سرفراز کیا ۔ مصالحت کی اپیل کرنے والے عناصر کے متعلق بھی یہ لکھا کہ وہ چوروں کے بھائی بند ہیں ۔ یہ اندازِ گفتگو اسلامی چھوڑ ، عام شریف آدمیوں کا اندازِ گفتگو بھی نہیں ۔ مگر صالحین کا تکبر اور غرور انہیں اس بات کی اجازت بھی نہیں دیتا کہ وہ اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے متعلق بھی اس حسن ظن سے کام لے سکیں کہ وہ بھی کسی معاملہ میں ایماندارانہ رائے رکھ سکتا ہے ۔ آج

جماعتِ اسلامی کے اخبار نے مجلس احرار پر طعن و تشنیع اور دشنام و بہتان کے گولے برسائے ہوئے ہیں اور "نوائے وقت" پر مفت میں ہی گالیوں کی بوچھاڑ کردی ہے۔ وجہ شکایت یہ بیان کی گئی ہے کہ آج سے کئی سال پہلے "نوائے وقت" نے مولانا مودودی کے اس بیان پر کیوں لے دے لی تھی جس میں آپ نے جہادِ کشمیر میں شرکت کو حرام قرار دیا تھا۔ صالح معاصر انتہائی بے حیائی کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ اس جہاد کا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا!

معاصر یہ سوال نہ ہی اٹھاتا تو اچھا تھا۔ مولانا مودودی کے اس بیان پر لے دے صرف "نوائے وقت" نے ہی نہیں کی تھی پاکستان کے تمام اخبارات نے کی تھی۔ معاصر اب اس کا جواب دے کہ کیا مولانا مودودی نے جہاد جہادِ کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی تھی یا نہیں؟ جب ہزاروں مسلمان اپنی جانیں اس جہاد میں قربان کر رہے تھے کیا مولانا مودودی نے یہ فتویٰ دیا تھا یا نہیں کہ اس جہاد میں شرکت حرام ہے؟ اور کیا اس فتویٰ کا قطعی نتیجہ یہ نہیں تھا کہ اس جہاد میں شہید ہونے والے مسلمان حرام موت مرے ہیں۔

ہم آج پھر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ مولانا مودودی نے جہادِ کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور اگر یہ جہاد ناکام رہا تو اس ناکامی میں مولانا مودودی کا بھی حصہ ہے۔ ہم یہ الزام بھی عائد کرتے ہیں کہ مولانا کا یہ فعل اضطراری

نہیں تھا بلکہ اُن کی پاکستان دشمنی پر مبنی تھا۔ مولانا کو پاکستان سے یہ کفی کہ اس ملک کے بانی ہونے کا سہرا قائد اعظم کے سر کیوں ہے؟ میرے سر کیوں نہیں؟ حالانکہ یہ سہرا اُن کے سر نہیں باندھا جا سکتا تھا کیونکہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی نے نہ صرف تحریک پاکستان میں کوئی کام نہیں کیا تھا بلکہ اس کی مخالفت کی تھی اور جماعت اسلامی کے ممبروں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ پاکستان کی بنیاد پر ہونے والے عام انتخابات میں غیر جانبدار رہیں۔ یعنی پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دیں۔ اس انتخاب میں پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا تھا۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ قائد اعظم اور تحریک پاکستان کے خلاف مولانا مودودی کا بُغض آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ مولانا کی تحریک ہرگز ایک اسلامی اور دینی تحریک نہیں۔ وہ حسن بن صباح کی طرح سیاسی ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں اور ان کا مقصد دین کی سربلندی کی بجائے سیاسی اقتدار کا حصول ہے۔ ہم مولانا مودودی کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مولانا احمد علیؒ اور مولانا میکش کی طرح ہمارے خلاف بھی ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلائیں اور عدالت میں ان الزامات کی صفائی پیش کریں؟

نوائے وقت لاہور و لائل پور

۱۵ر جولائی ۱۹۵۵ء صہ ۱

تیسرا اداریہ

"کمیونسٹوں یا آزاد پاکستان پارٹی اور جماعتِ اسلامی میں کیا قدر مشترک ہے؟ ایک گروہ خدا کے وجود تک کا منکر ہے اور مذہب کو افیون سمجھتا ہے۔ دوسرے فریق کا نصب العین یہ ہے کہ ملک میں ایک ایسی حکومت قائم کی جائے جس کی بنیاد ہی مذہب پر ہو۔ یعنی اصولاً دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔ مگر کافی عرصہ سے ان دونوں میں گٹھ جوڑ ہے۔ یہاں تک کہ امیر جماعت اسلامی کے اعزاز میں جماعت اسلامی کے مرکز میں اس کے مرکزی دفتر کی طرف سے دعوتِ افطار دی جائے تو مہمانوں میں اکثریت کمیونسٹ کارکنان کی ہوتی ہے جو سرے سے نماز روزہ ہی کے قائل نہیں۔"

(نوائے وقت لاہور و لائل پور ۲۷ جولائی ۱۹۵۵ء ص ۳)

چوتھا اداریہ

یہ مخالفت نہیں تو کیا ہے؟

معاصر "نوائے پاکستان" نے اپنے ایک ادارتی مقالہ میں یہ لکھا تھا کہ مولوی مودودی صاحب نے اب ایک یونٹ کے منصوبہ کی بھی مخالفت شروع کردی ہے اس پر مولوی صاحب کی طرف سے ایک بیان جاری کیا گیا، جو حرف بحرف درج ذیل ہے :۔

"بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ میں نے حیدرآباد میں وحدت مغربی پاکستان کی مخالفت کی ہے مجھے افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس خبر میں میرے خیالات کی غلط ترجمانی کی گئی ہے۔ میں نے آج تک اس کے خلاف نہ کوئی اظہار رائے کیا ہے اور نہ اس کی موافقت ہی کی ہے۔ دراصل جو بات میں نے حیدرآباد میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہی تھی وہ یہ تھی کہ ایک یونٹ یا دس یونٹ کا مسئلہ کوئی حقیقی اہمیت نہیں رکھتا حقیقی اہمیت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں ایک صحیح اسلامی نظام قائم کرکے مسلمانوں کے رشتۂ اخوت کو مضبوط کردیں۔ اور ہر باشندۂ پاکستان کو یہ

اطمینان دلادیں کہ از روئے انصاف اس کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ بات اگر حاصل ہوگئی تو ایک یونٹ بھی مفید ہوگا اور دس یونٹ بھی رہیں تو نقصان دہ ثابت نہ ہوسکیں گے۔ ورنہ مصنوعی طور پر وحدت پیدا کرنے کی کوششوں کا اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔"

ہم حیران ہیں کہ اگر یہ وحدت مغربی پاکستان کی مخالفت نہیں تو مخالفت کیسے کہتے ہیں؟ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ اول تو یہ مسئلہ کوئی حقیقی اہمیت ہی نہیں رکھتا۔ مولوی صاحب کا حد سے بڑھا ہوا تکبر انا، اور نفس پرستی ہی ایسی بات اُن کے منہ سے نکلوا سکتے ہیں۔ ورنہ معمولی عقل کا آدمی بھی یہ جانتا ہے کہ کم از کم اسوقت ملک بالخصوص مغربی پاکستان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ہی یہ ہے۔ مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی تو کوئی حقیقی اہمیت ہی نہیں حقیقی اہمیت غالباً قربانی کی کھالوں کے مسئلہ کو حاصل تھی جو اس کیلئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی ضروری سمجھا گیا۔

پھر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ایک یونٹ اور دس یونٹ میں کوئی فرق نہیں ایک یونٹ بن گیا تو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچے گا اور دس یونٹ بن گئے تو کوئی خاص نقصان نہیں ہو گا یعنی ایک طرف یہ کہ صحیح اسلامی نظام [1] ... دوسری طرف یہ کہ ایک یونٹ سے اگر کوئی اور فائدہ نہ سہی، اسلامی نظام کے نظریہ کو تقویت حاصل نہیں ہوگی اور سندھی، پٹھان، بلوچی، بہاولپوری، خیرپوری اور قبائلی دس قومیتوں کو مان کر انکی بنیاد پر دس یونٹ بنا دیئے جائیں تو دکوئی اور نقصان نہ سہی، اسلامی نظام کے نظریہ کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایک ہی سانس

[1] یہاں اخبار میں عبارت اڑ گئی ہے (ناقل)

میں دو باتیں کوئی ایسا شخص ہی کہہ سکتا ہے جو یا تو پرلے درجے کا احمق ہو یا حسن بن صباح یا راسپوٹین کی طرح عیّار۔ آخری فقرہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "ورنہ مصنوعی طور پر وحدت پیدا کرنے کی کوششوں کا کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ یعنی وحدت کو مصنوعی کہہ دیا اور یہ دھمکی بھی دیدی کہ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ اس پر بھی یہ ارشاد ہے کہ میں نے آج تک وحدت کے خلاف اظہار رائے نہیں کیا۔

افسوس کہ پاکستان کو آٹھ برس گزر گئے مودودی صاحب نے ابھی تک مسلمان عوام کا یہ قصور معاف نہیں کیا کہ انہوں نے مودودی صاحب کی بجائے قائد اعظم کی بات کیوں مانی؟ اور پاکستان کیوں بنایا۔ گزشتہ آٹھ سالوں میں ایک دفعہ بھی تو پاکستان کے حق میں کوئی کلمہ خیر انکی زبان فیض ترجمان سے نہیں نکلا۔ پاکستان بہت برا سہی مگر آٹھ سالوں میں کوئی بات تو ایسی ہوئی ہو گی، جو حوصلہ افزائی کی مستحق ہوتی؟ مگر مولوی مودودی صاحب جب بھی بولیں گے ایسی بات کہیں گے جس سے پاکستان کے مفاد پر کاری ضرب پڑتی ہو۔ عین اس زمانہ میں جب ہزاروں مجاہدین جہاد آزادیٔ کشمیر میں حصہ لے رہے تھے اور سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے مودودی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ جہاد ہے ہی نہیں اور اس لڑائی میں شرکت حرام ہے۔ مگر جو شخص پاکستان کی لڑائی میں شرکت حرام سمجھتا رہا ہو اس سے یہ توقع ہی عبث تھی کہ وہ جہاد آزادیٔ کشمیر کی حمایت کرے گا۔ پاکستان کے متعلق بھی مولوی صاحب کی روش اسی قسم کی تھی کہ میں اس مسئلہ کی کوئی حقیقی اہمیت ہی نہیں سمجھتا۔ پھر یہ فرمایا کہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ والے اسلام کو ایک چھوٹے سے خطے میں محدود کر دینا چاہتے ہیں۔ میں سارے ہندوستان میں اسلام کے غلبے کا خواہاں ہوں۔ پھر یہ حکم ہوا کہ پاکستان کے سوال پر ووٹنگ کے وقت غیر جانب دار

ہو جاؤ اور یہ حکم یہ جاننے کے باوجود دیا گیا کہ اس ووٹنگ پر ہی پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہو گا۔ اس لیے پاکستان کو ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا ہے۔

پاکستان کی اس اشد مخالفت کے باوجود جب پاکستان قائم ہو گیا تو مولوی مودودی صاحب جو سارے ہندوستان میں اسلام کو غالب بنانے کے عزم کا اظہار فرمایا کرتے تھے بھاگ کر سب سے پہلے پاکستان چلے آئے۔ مولانا آزاد، سید حسین احمد مدنی صاحب، مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب نے بھی پاکستان کی مخالفت کی تھی مگر جب پاکستان قائم ہو گیا تو ان میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ پاکستانی مسلمانوں کو اپنا اپنا وطن مبارک ہو ہم اس کی ترقی کیلئے دعا کرتے ہیں مگر ہم ہندوستان میں ہی رہیں گے اور ہندوستانی مسلمانوں کی خدمت کریں گے مگر پورے بر اعظم میں غلبہ اسلام کے داعی مودودی صاحب کے نائب جناب لغر اللہ خاں عزیز اگست کے تیسرے ہفتہ میں ہی سول سیکرٹریٹ میں مسلم لیگی وزیروں کے دفاتر کا طواف کرتے دیکھے گئے کہ مولوی مودودی صاحب کو ہندوستان سے پاکستان پہنچانے کیلئے ٹرک عنایت ہو جائے۔ جماعت اسلامی کی ایک شاخ ہندوستان میں رکھی گئی مگر سیکولر ہندوستان میں اس جماعت کا موقف اس کے امیر کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ ہم ایک غیر فرقہ دارانہ جماعت ہیں اور بلا امتیاز مذہب و ملت سب کی خدمت کرنا چاہتے ہیں یعنی سیکولر اور لادینی ہندوستان میں تو اس ملک کے وفادار اور خدائی خدمتگار ہیں مگر ہندوستان میں جو بہر حال مسلمانوں کا ملک ہے خدائی فوجدار اور اس ملک کی بہتری کی ہر تجویز کے مخالف۔"

(نوائے وقت لاہور ولائل پور، ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳)

حمید نظامی

(نتیجۂ فکر فردوسیِ اسلام حضرت ابوالاثر حفیظ جالندھری)

یہ فرد ملک میں ہے جسکی موت کا ماتم
گزشتہ سال رکھ آئے تھے جسکو قبر میں ہم

مجھے خدا کی قسم۔ مجھ کو مصطفٰے کی قسم
یہ فرد زندہ ہے۔ مانند قائداعظمؒ

عظیم روح۔ نہیں زیرِ قالبِ خاکی
قلوب پر ہے محیط اب یہ نورِ افلاکی

حمید مردِ مجاہد۔ حمید فرد فریجدہ
حمید تیرہ شبی میں نوید صبح اُمید

حمید۔ صدق و صفا کا مبلّغ توحید
حمید معرکۂ کربلا کا تازہ شہید

شہید مر نہیں جاتے یہ نصِّ قرآن ہے
حمید زندہ ہے پائندہ ہے درخشاں ہے

حفیظؔ دیکھ رہا ہوں یہ کیا میں آئینہ دار
ہر اک محاذ پہ موجود ہے علم بردار

جہاں بھی قلبِ نظر پر عدو کی ہے یلغار
حمید اسی کے مقابل ہے برسرِ پیکار

جہاں بھی نظمِ عوامی کو دیکھتا ہوں میں
وہیں حمید نظامی کو دیکھتا ہوں میں

(اشاعت خاص نوائے وقت ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء)

کتبہ: محمد علی ۱۰ اردو بازار لاہور

بہ قلم جمیل احمد تنویر رقم